اعلی تعلیم صرف انگریزی بولنے والے ملکوں میں ہی نہیں چین، جاپان، جرمنی، فرانس اور روس میں بھی ہوتی ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر خالد اقبال یاسر سے خصوصی مکالمہ

تحریک نفاذ اردو پاکستان کا ترجمان

ماھنامہ نفاذ اردو (اکتوبر 2022)

اس شمارے میں

تحریک نفاذ اردو پاکستان، ایس۔200 ملک آباد شاپنگ مال، سٹلائیٹ ٹاون، مری روڈ، راولپنڈی

www.tnupak.com, Facebook.com/ TNUPAK, Tnupak@gmail.com, 03495059760

ادار یہ

انگریزی زبان اور فرنگی لباس پر پابندی عائد کی جائے

دستور پاکستان کی رو سے ہماری قومی زبان اردو اور قومی لباس قمیص، شلوار اور شیروانی ہے۔ زبان اور لباس کسی بھی قوم کی پہچان ہوتی ہے۔ دنیا قوموں کو ان کی زبان اور لباس سے جانتی اور پہچانتی ہے۔ مغربی ممالک، ایران، عرب ممالک، افریقی دنیا اور چین سمیت ہر ملک کی اپنی زبان اور اپنا لباس ہے۔ وہ قومیں اور ان کا مقتدر طبقہ اپنا قومی لباس استعمال کرتا ہے اور نصاب تعلیم سمیت سارا نظام مملکت ان کی اپنی زبانوں میں چلایا جاتا ہے۔ یہی ان کی تعلیمی، اقتصادی اور سماجی ترقی کا راز ہے۔ بد قسمتی سے پاکستان کا مقتدر طبقہ آج بھی فرنگی لباس اور انگریزی زبان اختیار کیے ہوئے ہے۔ سرکاری دفاتر، عدلیہ، سرکاری اور نجی بینکوں اور کثیر الملکی تجارتی کمپنیوں میں قومی زبان اور لباس پر مکمل پابندی ہے۔ سرکاری دفاتر میں تو کسی حد تک قومی لباس استعمال کرنے کا رواج ہے، تاہم فرنگی لباس کو ہی زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ جس کی وجہ سے ہماری قومی پہچان رفتہ، رفتہ ختم ہوتی چلی جارہی ہے۔ انگریزی فروش تعلیمی اداروں میں مکمل طور پر مغربی تہذیب کا غلبہ ہے، جس سے ہماری تہذیب بتدریج مفقود ہوتی چلی جارہی ہے۔

قائد اعظمؒ کے فرامین، دستور پاکستان اور عدالت عظمٰی کے فیصلے کے مطابق سارا نظام مملکت قومی زبان اردو میں چلایا جانا لازم ہے۔ جس کی خلاف ورزی دستور شکنی اور توہین عدالت کے زمرے میں آتی ہے۔ مقتدر طبقہ پوری دلیری سے قومی زبان اور قومی لباس کی توہین کر رہا ہے اور کوئی ریاستی ادارہ بالخصوص عدلیہ اور مقننہ اس سلسلے میں دستور اور عدالت عظمٰی کے فیصلوں پر عمل درآمد کروانے میں مکمل طور پر ناکام نظر آرہی ہے۔

قومی تہذیب و ثقافت کو بچانے کے لیے لازم ہے کہ فوری طور پر سرکاری اور نجی اداروں بشمول عدلیہ اور فوج میں انگریزی زبان اور فرنگی لباس کے استعمال پر پابندی عائد کی جائے تاکہ ہم اپنی تہذیب و ثقافت کو بچا سکیں اور قوم پورے اعتماد کے ساتھ اپنے پاؤں پر کھڑی ہو سکے۔ قومی زبان اور قومی لباس پر اب تک جس مجرمانہ غفلت کا مظاہرہ کیا گیا ہے، اس کے نتائج آج قوم کے سامنے ہیں۔ قوم کو دو طبقات میں تقسیم کر کے سارے وسائل اشرافیہ پر خرچ کیے جا رہے ہیں۔ اب یہ سلسلہ بند ہونا ضروری ہے۔

اعلیٰ تعلیم صرف انگریزی بولنے والے ملکوں میں ہی نہیں ہوتی۔ چین، جاپان، جرمنی، فرانس اور روس میں بھی ہوتی ہے۔

جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن نے اردو میں تعلیم دے کر بڑے سائنس دان، مہندس اور طبی ماہرین پیدا کیے۔

ایچی سن اور اس جیسے اداروں نے پاکستان کو پچھتر سالوں میں کتنے اعلیٰ پائے کے سائنس دان دیے ہیں۔ ڈاکٹر عبدالقدیر خان، ڈاکٹر عبدالسلام، ڈاکٹر ثمر مبارک مند اور ان کے ساتھی ٹاٹ سکولوں سے نکلے تھے۔

پروفیسر ڈاکٹر خالد اقبال یاسر، سابق سربراہ اردو سائنس بورڈ، سابق چیئرمین اکادمی ادبیات پاکستان اور سرپرست تحریک نفاذِ اردو پاکستان سے ماہنامہ "نفاذ اردو" کا خصوصی مکالمہ

سوال: نفاذ قومی زبان کی جب بات کی جائے تو ایک سوال یہ ہوتا ہے کہ ہم اعلیٰ سائنسی تعلیم اردو میں کیسے دیں گے؟

جواب: اردو میں طبیعات، کیمیات، نباتات، حیاتیات، طب اور ہندسہ کی تعلیم کوئی مسئلہ نہیں جسے مسئلہ بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔ انگریزی ذریعہ تعلیم کے ہوتے ہوئے ہر طرح کے زیادہ تر تعلیمی اداروں میں سارے مضامین زیادہ تر اردو ہی میں پڑھائے جا رہے ہیں۔ خاموشی سے کسی بھی کمرہ جماعت میں جا کر دیکھ لیں۔ انگریزی مدارس میں صرف تحریری مواد اور امتحانات انگریزی میں ہوتے ہیں۔ مسئلہ کہیں اور ہے۔ بدنیت، مفاد پرست حکمران طبقات کو اپنی حاکمیت برقرار رکھنے کے لیے جتنے انگریزی دان درکار ہوتے ہیں وہ ایچی سن اور اس جیسے اداروں سے مل جاتے ہیں۔ کوئی بتا سکتا ہے ایچی سن اور اس جیسے اداروں سے پاکستان کو پچھتر سالوں میں کتنے اعلیٰ پائے کے سائنس دان ملے ہیں۔ ڈاکٹر عبدالقدیر خان، ڈاکٹر عبدالسلام، ڈاکٹر ثمر مبارک مند اور ان کے ساتھی ٹاٹ سکولوں سے نکلے تھے۔ جامعہ عثمانیہ، حیدر آباد دکن نے اردو میں تعلیم دے کر بڑے سائنس دان، مہندس اور طبی ماہرین پیدا کیے۔ اردو میں جدید علوم کی تعلیم دیتے ہوئے اگر اردو اصطلاح، نظریے اور تصور کے ساتھ قوسین میں ان کی انگریزی بھی لکھ دی جائے اور تشریح و توضیح اساتذہ اردو میں کریں جیسا کہ

وہ عام طور پر کرتے ہیں تو اردو میں ان علوم کی بہتر تعلیم اور تربیت دی جاسکتی ہے۔ ڈاکٹر عبدالقدیر خان نے میرے نام ایک خط میں اس طریقہ تدریس کو کار آمد بتایا تھا۔

سوال: اردو نصاب میں بی ایس کرنے والے طلبہ بین الاقوامی جامعات میں جائیں تو خود کو وہاں ایڈجسٹ کیسے کریں گے؟

جواب: یہ بھی سرے سے کوئی مسئلہ نہیں۔ اعلیٰ تعلیم صرف انگریزی بولنے والے ملکوں میں ہی نہیں ہوتی۔ چین، جاپان، جرمنی، فرانس اور روس میں بھی ہوتی ہے۔ جو انگریزی جاننے والے طلبہ ایسے ملکوں میں جاتے ہیں۔ حسب ضرورت وہاں کی زبان بہت جلد سیکھ لیتے ہیں جیسے اقبال نے جرمن سیکھی تھی اور ان دنوں چین جانے والے چینی سیکھتے ہیں۔ انگریزی ہمارے طلبہ کم از کم نو یا گیارہ بلکہ چودہ سال بطور لازمی مضمون پڑھتے اور پاس کرتے ہیں۔ انھیں پھر بھی مسئلہ ہوتا ہے تو انھیں برطانیہ، امریکہ یا آسٹریلیا اعلیٰ تعلیم کے لیے جانے کا کوئی حق نہیں۔ وہ چین، جاپان یا جرمنی چلے جائیں اور وہاں کی زبان سیکھیں۔

سوال: قومی زبان میں طب، انجنیئرنگ اور اطلاعاتی علوم پڑھانے کے لیے کس قدر نصابی کام ہو چکا ہے اور مزید کیا کرنا باقی ہے؟

جواب: طب، علم ہندسہ اور سماجی علوم کی کتب دو سو سال سے لکھی اور چھاپی جا رہی ہیں۔ اسی لیے جامعہ عثمانیہ کا ذریعہ تعلیم اردو تھا۔ پاکستان بننے کے بعد مرکزی اردو بورڈ جو اردو سائنس بورڈ بعد میں کہلایا، نے ایف اے، ایف ایس سی تک اکثر طبعی علوم، سماجی علوم اور صنعتی فنون کی درسی کتب اردو میں مرتب کر رکھی ہیں۔ ہائر سیکنڈری تک سارے مروجہ مضامین کی زیادہ سے زیادہ ایک سو دس کتابیں درکار ہوتی ہیں۔ اردو میں دسویں تک سارے مضامین کی تعلیم دی جاتی رہی ہے اور اب بھی دی جا رہی ہے۔ اردو بازار میں ہر مضمون کی امدادی کتب آسانی سے ملتی ہیں۔ بی ایس کی سطح کی درسی کتب بھی اردو میں دستیاب ہیں۔ اردو کو بطور ذریعہ تعلیم آج نافذ کریں تو اگلے چند ماہ میں ہر مضمون کی درسی، امدادی اور حوالہ جاتی کتب سے اردو بازار بھرا ہوا ہو گا۔

> ہماری مقننہ، انتظامیہ، عدلیہ اور جرنیلیہ انگریزی زبان کے بل پر حکمرانی کرتی ہیں اگرچہ اب ان کی اپنی انگریزی بھی کمزور ہو چکی ہے۔

سوال: حکمران اور نوکر شاہی انگریزی میں ہی ترقی کے خواب دیکھ رہی ہے، انہیں کیسے قائل کیا جائے گا؟

جواب: بدنیت مگر بااختیار طبقات کو قائل کرنا آسان نہیں۔ انگریزی زبان ان کے اقتدار کے تسلسل کی ضمانت ہے۔ ہماری مقننہ، انتظامیہ، عدلیہ اور جرنیلیہ انگریزی زبان کے بل پر حکمرانی کرتی ہیں اگرچہ اب ان کی اپنی انگریزی بھی یا تو کمزور ہو چکی ہے یا بالکل نہیں آتی جیسے کہ مقننہ کی، وہ انگریزی اور اردو دونوں میں ان زبانوں کے شناوروں کے محتاج ہو چکے ہیں۔ ان ماہرین کی معاونت سے بھی وہ اپنا مافی الضمیر موقع کی مناسبت اور علمی میدان کی ضرورت کے تحت موزوں ترین الفاظ میں بیان کرنے پر قادر نہیں رہے۔ قوم کے لیے ناعاقبت اندیش اور اپنے اور اپنے خاندانوں کے لیے از حد سیانے بلکہ حریص، عیاش اور سفاک ان نام نہاد سیاست دانوں اور دراصل طبعاً بدقماشوں نے انگریزی کے لیے بھی سرکاری خرچ پر لکھنے والے

رکھے ہوئے ہیں۔ اردو کا مستقبل بظاہر تاریک ہے۔ البتہ ان بے راہرو، مفاد پرست طبقات سے جب بھی شفاف انتخابی نظام کے تحت بذریعہ انتخابات آزادی ملی اور صحیح معنوں میں قومی حکومت بنی تو اردو پھر سے اپنا اصل مقام حاصل کر لے گی۔ اردو کے ارتقاء کے لیے اردو کو تعلیمی، دفتری اور قانونی زبان کا درجہ ملنا پسے ہوئے، راندہ درگاہ لوگوں کی بنیادی ضروریات میں سے ایک ہے۔

سوال. ہمارا معیار تعلیم پست ترین سطح پر پہنچ چکا ہے، اسے سنبھالا کیسے دیا جا سکتا ہے؟

جواب: پاکستان میں تعلیم کی بربادی شام کی نجی اکادمیوں سے شروع ہوئی تھی۔ ان اکادمیوں میں وہی اساتذہ اپنے کالجز اور سکولز کے طلبہ کو پڑھنے کی ترغیب دیتے تھے جو دن میں سرکاری سکولوں میں اپنی تنخواہ حلال نہیں کرتے تھے۔ اس کاروبار کو ناجائز منافع خوری میں معجزاتی کامیابی ملی، جس نے دن کے باقاعدہ نجی تعلیمی اداروں کے قیام اور کھمبیوں کی طرح افزائش کا راستہ ہموار کیا۔ نجی تعلیمی اداروں پر حکومتوں کی طرف سے ہر طرح کی عنایات کی بارش کی گئی اور سرکاری تعلیمی اداروں کے سالانہ تخمینہ جات اتنے کم کیے گئے کہ اکثر میں ٹوٹے پھوٹے فرنیچر اور تجربہ گاہوں کے ناقابل استعمال آلات کے ڈھیر لگ گئے۔ نوبت بہ اینجا رسید کہ شہروں سے ذرا اور زیادہ دور بھوت سکولز کی تعداد بڑھتی گئی اور ان کے ساز و سامان اور اساتذہ کی تنخواہیں ڈاکو سیاستدانوں نے آپس میں بانٹنا شروع کر دیں۔ دیہاتی سکولز کی عمارتوں کو مقامی زمینداروں، خوانین، وڈیروں اور سرداروں نے اپنے جانوروں کے باڑے اور ملازموں کے گھروں میں تبدیل کر دیا۔ تعلیمی معیار کی یہ بھیانک تنزلی محض لوٹ مار نہیں اپنی حکمرانی کے ہمیشہ کے لیے تسلسل کی حکمت عملی کے طور پر ازمنہ قدیم کے ظالم حکمرانوں کی طرح ارادتاً اپنائی گئی اور اس عہد کے بالادست طبقات اس میں آج تک اپنی کامیابیوں کے پھریرے لہرا رہے ہیں۔

تعلیمی معیار کی یہ بھیانک تنزلی محض لوٹ مار نہیں اپنی حکمرانی کے ہمیشہ کے لیے تسلسل کی حکمت عملی کے طور پر ازمنہ قدیم کے ظالم حکمرانوں کی طرح ارادتاً اپنائی گئی اور اس عہد کے بالادست طبقات اس میں آج تک اپنی کامیابیوں کے پھریرے لہرا رہے ہیں۔

ستم بالائے ستم یہ کہ نجی تعلیمی ادارے کاغذوں میں اساتذہ کو دی جانے والی تنخواہ کا تین سے پانچ گنا کم مشاہرہ دیتے ہیں۔ زمین یہ سرکار سے مفت لے لیتے ہیں۔ طلبہ سے فیس اور دیگر مدات میں ہوش ربا رقوم بٹورتے ہیں۔ پورے ملک کے نجی تعلیمی نظام سرعام لوٹ مار میں مصروف ہیں اور حکومت میں ہمت نہیں کہ انھیں کسی قاعدے، ضابطے اور اخلاقیات کی پابند کر سکے بلکہ وہ خود اس کار خیر میں ملوث ہے۔ یہ ایک خوف ناک مافیا بلکہ مافیاز ہیں جنھیں خود اپنے سرمائے کی وسعت اور ہمہ گیری کا پورا علم نہیں۔ یا تو یہ پہلے سے حکومتوں میں شامل ہیں یا اپنی دولت کے بل پر سیاست دان بھی بن چکے ہیں۔ اخباروں کے علاوہ برقی میڈیا پر ان کا طوطی بولتا ہے۔ یہ ایک ادارے کو نقصان میں دکھا کر ٹیکس چوری کرتے ہیں اور برقی اور پرنٹ میڈیا کے ذریعے محاصل کی وصولی کے ذمہ دار افسروں کو بلیک میل کرتے ہیں یا خرید لیتے ہیں۔

یہ تفصیلات جو ہم سے مکمل نہیں ہو سکتیں، پیش کرنے کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ اردو کے نفاذ کی طرح تعلیمی معیار کے تنزل کے

آگے بند باندھ کر اسے بہتر کرنا، کسی خالصتاً عوامی نمائندہ حکومت کے قیام کے بغیر ممکن ہی نہیں رہا۔ یہ سارے معاملات باہم مربوط ہیں۔ سیاست اور تجارت کا معیار بدلے بغیر اس معاشرے اور ریاست میں کسی قسم کی بہتری شاید اب ایک خواب بھی نہ رہے۔

سوال: قیام پاکستان کے بعد نفاذ قومی زبان کے لیے نہ کوئی بڑی تحریک نظر آتی ہے اور نہ پاکستان کے سیاستدان، ارباب دانش، اہل صحافت اور اساتذہ کی طرف سے انگریزی تسلط اور نفاذ قومی زبان کے بارے کوئی موثر آواز سنائی دی ہے۔ آپ کے خیال میں یہ اجتماعی بے حسی ہے یا کچھ اور وجوہات ہیں؟

جواب: میرے نزدیک اردو کے عدم نفاذ کی ایک بڑی وجہ صرف اردو کی بطور قومی زبان مشرقی پاکستان کی طرف سے عدم قبولیت ہے۔ دوسری وجہ پاکستانی مقتدر طبقات کا نوآبادیاتی غلامانہ مزاج ہے جو آج بھی اتنا ہی سنگین بلکہ براہِ راست انگریزی آقاؤں کے دور سے سنگین تر ہے۔ تیسرے جب جاگیرداروں، وڈیروں، خوانین اور سرداروں کے ہاتھ ملک کی باگ ڈور آ گئی تو ان کی حکمت عملی قرون وسطیٰ کے امراء کی سطح سے اوپر تو کیا اٹھتی ان سے بدتر ثابت ہوئی۔ ان کی تاریخی حکمت عملی میں اردو اور تعلیم بلکہ صحت عامہ کی بھی کوئی گنجائش نہیں۔ چوتھے اس پالیسی کے تحت اردو کی بطور دفتری زبان اور تعلیمی زبان کے لیے قائم اداروں کو حسب ضرورت سرمایہ اور آلات مہیا نہیں کیے گئے بلکہ ان کے کیے ہوئے کاموں سے استفادہ کیے بغیر صرف الزام دے کر مفلوج ہی نہیں ضم کر کے کریا کرم کا سلسلہ بھی شروع ہو چکا ہے۔

> اردو کی تعلیم کے معیار کو بھی پست سے پست تر کیا جاتا رہا اور انگریزی صحیح طرح سکھلائی ہی نہیں گئی تا کہ عوام میں اپنے حقوق کا شعور پیدا نہ ہو جیسا کہ جسٹس جواد خواجہ نے اشارہ کیا تھا۔

پانچویں وجہ صوبوں کا اپنی زبانوں کو بھی ترقی نہ دے کر صرف ایک سیاسی سٹنٹ کے طور پر استعمال کرنا ہے۔ جس کا رسمی اور آئینی مظہر اٹھارہویں ترمیم ہے جس کے تحت تعلیم، ثقافت اور لسانیات کو صوبائی معاملہ بنا دیا گیا ہے یعنی اردو کا قصہ ہی تمام کیا جا چکا ہے۔ اگر اردو کے لیے کوئی تحریک اٹھی تو اس کے رد عمل میں صوبوں کی آزادی کا سوال بھی اٹھایا جا سکتا ہے۔

سوال: تحریک نفاذ اردو پاکستان آپ کی سرپرستی میں مصروف عمل ہے۔ آپ تحریک کے رضاکاروں کو کیا پیغام دینا چاہیں گے؟

جواب: موجودہ صورت حال میں ہر صوبے کے عوام کے حقوق میں تفریق پیدا کی جا چکی ہے جنھیں نیم خواندہ رکھ کر قومی یکجہتی کے عوامل کو پس پشت ڈالنے کے لیے حسب موقع استعمال کیا جاتا ہے۔ ملک کو ایک جامع قومی لسانی پالیسی کی ضرورت تھی اور ہے جس سے تمام پاکستانی زبانوں کے ذخیرہ الفاظ کو ایک مشترکہ لغات کا حصہ ہوتے ہوئے غیر محسوس طور پر بنایا جائے۔ اس سے مرکز گریز رجحانات بالآخر اپنی موت آپ مر جائیں گے۔ لیکن ایسا تبھی ہو گا جب عوامی اور قومی امنگوں کی آئینہ دار حکومت صاف شفاف انتخابات کے ذریعے برسر اقتدار آئے گی۔ وہ حکومت جو عوام کے ذریعے، عوام کی خاطر قائم ہو گی۔

نفاذ اردو کمیٹی کیسے قائم کریں-

قومی زبان کے نفاذ کے لیے تعلیمی اداروں، مدارس، محلوں، کاروباری مراکز میں تحریک نفاذ اردو پاکستان کی ذیلی تنظیم "نفاذ اردو کمیٹی" قائم کرکے عوام کی بڑی تعداد کو ساتھ شامل کیا جاسکتا ہے۔

مقصد۔ اپنے دائرہ اختیار / حدود میں نفاذ قومی زبان اردو کے لیے رائے عامہ ہموار کرنا۔

تشکیل۔

کم از کم تین افراد پر مشتمل کمیٹی قائم کی جائے جو اس تعلیمی ادارے میں اساتذہ اور طلبہ کو نفاذ قومی زبان کی اہمیت سے آگاہ کرے اور جو افراد عملی جدوجہد کے لیے تیار ہوں انہیں تنظیم میں شامل کریں۔

تنظیم سازی: ابتدائی طور پر تین افراد پر مشتمل تنظیم بنائیں۔

۱.صدر ۲.نائب صدر ۳.معتمد / سیکرٹری

تنظیمی استحکام

مختلف سرگرمیوں کے نتیجے میں جب مناسب تعداد میں افراد کار میسر آجائیں تو نفاذ اردو کمیٹی میں درج ذیل عہدوں کا اضافہ کرتے ہوئے مزید افراد کو تنظیم کا حصہ بنائیں۔

1۔صدر 2۔نائب صدور (ہر شعبہ سے ایک)

3۔نائب معتمد (تین یا چار) 4۔معاون معتمد (حسب ضرورت)

5۔معتمد سوشل میڈیا 6۔معاون معتمد سوشل میڈیا

کرنے کے کام

۱.دستخطی مہم: تعلیمی ادارے کے اساتذہ اور طلبہ سے کم از کم 500 افراد سے دستخط کروائے۔

۲. تعلیمی ادارے میں سیمینار، مذاکرے، مباحثے، تقریری اور مضامین نویسی کے مقابلوں کے ذریعے نفاذ قومی زبان بارے آگاہی دینا۔

۳. تعلیمی ادارے میں منعقد ہونے والی کانفرنسوں، سیمیناروں اور دیگر تقریبات میں نفاذ قومی زبان بارے آگاہی دینا۔

جامعات یا بڑے کالج کی صورت میں ہر شعبہ کی الگ کمیٹی بھی تشکیل دی جاسکتی ہے۔ مزید معلومات کے لیے فوری رابطہ کریں۔03495059760

پہلی جماعت سے انگریزی کی لازمی تدریس ناخواندگی کی بڑی وجہ ہے۔

معاشی ترقی اور معیاری تعلیم کے فروغ کے لئے قومی زبان کو ذریعہ تعلیم اور سرکاری زبان کے طور پر بلا تاخیر نافذ کیا جائے

یوم نفاذ اردو اور عالمی یوم خواندگی پر راولپنڈی آرٹس کونسل میں تقریب سے ماہرین کا خطاب

اسلام آباد: یوم نفاذ اردو اور عالمی یوم خواندگی کے سلسلہ میں تحریک نفاذ اردو اور لائنز کریسینٹ کلب کے اشتراک سے ایک شاندار مجلس مذاکرہ بعنوان شرح خواندگی میں قومی زبان کا کردار، راولپنڈی آرٹس کونسل میں منعقد ہوا۔ معروف صحافی ادیب اور قلمکار پروفیسر حاطب صدیقی نے تقریب کی صدارت کی جب کہ نامور شاعرہ محترمہ فرخندہ شمیم، پی ٹی وی کے معروف پروڈیوسر شبیر ابن عادل، محمد اسلم الوری، سید ظہیر گیلانی، پروفیسر کامران بٹ مہمانان خصوصی تھے۔ تقریب سے تحریک کے صدر عطاء الرحمان چوہان، پروفیسر ساجد خاکوانی، پروفیسر راشد سدھو، کامران بٹ، تنظیم اساتذہ پنجاب کے سیکرٹری جنرل فرمان عباسی، سید مظہر مسعود، سید ظہیر گیلانی، کریسنٹ لائنز کے سبطین لودھی محترمہ فرخندہ شمیم اور صدر مجلس پروفیسر غاطب صدیقی نے خطاب کیا۔ تحریک کے رہنماوں جناب شہزاد منیر، سید مکرم علی شاہ سمیت کالج و جامعات کے اساتذہ، صحافیوں اور تحریک نفاذ اردو کے کارکنوں نے بھرپور تعداد میں شرکت کی۔ مقررین نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ قوم نے آگے بڑھنا ہے تو قومی زبان میں پڑھنا ہے، پہلی جماعت سے انگریزی کی لازمی تدریس ناخواندگی کی بڑی وجہ ہے۔ اہوں نے مطالبہ کیا کہ معاشی ترقی اور معیاری تعلیم کے فروغ کے لئے قومی زبان کو ذریعہ تعلیم اور سرکاری زبان کے طور پر بلا تاخیر نافذ کیا جائے۔ اس موقع پر نفاذ اردو اور خواندگی کے فروغ کے لئے ایک علامتی واک بھی کی گئی۔

مقررین نے اس بات پر زور دیا کہ پاکستان میں شرح خواندگی کی کمی کی اصل وجہ انگریزی لازمی مضمون ہے۔ جس کی وجہ سے بچوں کی

اکثریت ابتدائی جماعتوں سے ہی تعلیم چھوڑنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔ شرح خواندگی میں اضافے کے لیے ضروری ہے انگریزی لازمی مضمون کو فوری طور پر ختم کیا جائے اور بتدریج سارا نصاب تعلیم قومی زبان اردو میں منتقل کیا جائے تاکہ نئی نسل کو زیور تعلیم سے آراستہ کیا جا سکے۔

یوم نفاذ اردو کی تقریب 8 ستمبر 2015 کو عدالت عظمیٰ کے نفاذ قومی زبان کے بارے میں تاریخی فیصلے کی یاد میں منعقد کی گئی تھی، اس حوالے سے مقررین نے حیرت کا اظہار کیا کہ خود عدلیہ نے ابھی تک قومی زبان میں فیصلے دینے شروع نہیں کیے اور نہ ہی عدالت عظمیٰ کے فیصلے پر عمل درآمد کے لیے حکومت کو پابند کیا ہے۔ اس موقع پر ایک قرارداد میں مطالبہ کیا گیا کہ عدلیہ سمیت تمام سرکاری اداروں میں دستور پاکستان کے تقاضے اور عدالت عظمیٰ کے فیصلے کے مطابق دفتری نظام قومی زبان میں منتقل کیا جائے اور ہر سطح کی سرکاری ملازمتوں بشمول سی ایس ایس کے امتحانات قومی زبان اردو میں لیے جائیں۔ اجلاس میں اس امر پر بھی تشویش کا اظہار کیا کہ سرکاری اور نجی سطح پر قومی لباس کو بھی اہمیت نہیں دی جاتی۔ نجی بینکوں، موبائل فون کمپنیوں، ادویات سازی اور فروخت کرنے والی کمپنیوں سمیت دیگر قومی اور کثیر الملکی تجارتی کمپنیوں کے ملازمین پر پاکستان کا قومی لباس زیر تن کرنے پر مکمل پابندی ہے۔ شرکاء اجلاس نے ہاتھ اٹھا کر اس قرارداد کی منظوری دی کہ پاکستان کے تمام سرکاری اور نجی اداروں میں قومی زبان کے ساتھ ساتھ قومی لباس کو بھی اختیار کیا جائے اور جن اداروں میں قومی زبان اور قومی لباس کے استعمال پر اعلانیہ یا غیر اعلانیہ پابندی عائد ہے وہ فوری طور پر ختم کی جائے۔ مقررین نے قومی زبان کے نفاذ میں حائل رکاوٹوں پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ تمام دستوری تقاضوں کی تکمیل، قومی اتفاق رائے اور عدالت عظمیٰ کے فیصلے کے باوجود مقتدر طبقہ قومی زبان کے نفاذ میں سنجیدہ نہیں اور عدالتیں بھی نفاذ قومی زبان کے مقدمات کو سنجیدگی سے نہیں لے رہی ہے۔ جس کی وجہ سے قوم میں شدید اضطراب پایا جاتا ہے اور ملک دو طبقات میں تقسیم ہو کر رہ گیا ہے۔ ملکی وحدت اور یک جہتی کا تقاضا ہے کہ ملک کو اردو اور انگریزی میڈیم کی بنیاد پر تقسیم کرنے کے بجائے قومی زبان میں یکساں نصاب تعلیم رائج کیا جائے تاکہ ہر پاکستانی کو آگے بڑھنے کے یکساں مواقع میسر آ سکیں۔

راولپنڈی آرٹس کونسل تقریب کے منتخب شرکاء کی نشست کے اختتام پر لی گئی

ممتاز شاعر اور ادیب جناب گل بخشالوی

گل بخشالوی ادبی دنیا کا معروف نام ہے۔ اس ماہ جناب بخشالوی سے مکالمے کی درخواست کی تو انہوں نے کمال شفقت سے ہمارے سوالات کے مفصل اور مدلل جواب دیئے۔

آپ ادبی خدمات کے حوالے سے دنیائے اردو ادب میں گل بخشالوی کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ ممتاز شاعر، معروف ادیب اور کالم نگار ہیں۔ ان کی ۲۴ تصنیفات اور تالیفات شائع ہو چکی ہیں ۔ آپ کا تعلق صوبہ خیبر پختون خوا سے ہے، مادری زبان پشتو ہے لیکن اردو ادب کے پرستار ہیں۔ خاندانی نام، سبحان الدین، اور قلمی نام گل بخشالوی ہے۔ رسالپور (گاؤں بخشالی) ضلع مردان میں پیدا ہوئے اور آج کل کھاریاں ضلع گجرات میں مقیم ہیں۔ اردو کو اپنی پہچان قرار دیتے ہیں۔ اس ضمن میں ان کا شعر:

میں شیدائی وطن کی شان کا ہوں مہکتا پھول پاکستان کا ہوں

مری پہچان ہے اردو کی خدمت میں اک پختون گل مردان کا ہوں

مکالمہ نذرِ قارئین ہے:

سوال: قومی زبان پچھتر سال گذرنے کے باوجود سرکاری زبان نہیں بن سکی اس کی وجوہات!

جواب: بڑی مدت سے زنجیرِ فرنگی کٹ گئی لیکن ہمارے ذہن سے ان کی وہ غلامی نہیں جاتی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے حکمران گوروں کے غلام تھے اور ہیں اردو بولتے ہیں لیکن اردو سے

پیار نہیں کرتے۔ ہم غلامی کے لباس میں ملبوس ہو کر اردو کی وکالت کرتے ہیں، بچوں کو اردو میڈیم سکول کی بجائے انگلش میڈیم میں داخل کرنے پر فخر کرتے ہیں، انگریزی عالمی زبان ہے اس کی اہمیت سے انکاری نہیں لیکن ہماری پہچان ہمارا قومی لباس اور قومی زبان اردو ہے مختصر یہ کہ ہم سرکار کو الزام دینے سے پہلے خود پر اردو نافذ کریں!!!

سوال: حیران کن پہلو یہ ہے کہ اردو کے ادیبوں اور شعراء کی جانب سے بھی نفاذ قومی زبان کے بارے میں کوئی آواز نہیں اٹھائی گئی آپ کے خیال میں ایسا کیوں ہوا؟

جواب: دورِ حاضر کا ادیب و شاعر وقت حاضر کا سر سید ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جدید اور بین الاقوامی علوم و زبان کے بغیر دورِ حاضر میں ترقی نہیں کر سکتے ہیں۔ اس حقیقت سے انکار نہیں لیکن اپنی شناخت کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، اردو ہماری قومی زبان اور قومی شناخت ہے۔ بد قسمتی سے قومی اور صوبائی ادبی اداروں نے اس حقیقت کو نظر انداز کیا اور کر رہے ہیں، وہ ادیب اور شاعر جو ان اداروں سے ذاتی مفادات و مراعات کے حوالے سے منسلک ہیں وہ خاموش ہیں۔ اور جو اردو کی شان کے

معیار تعلیم کی پستی کی سب سے بڑی وجہ انگریزی

لئے صدائے حق بلند کر رہے ہیں ان کی شنوائی نہیں ہو رہی ہے۔
قیام امریکہ کے دوران امریکہ میں اردو بولنے والوں کو بہت قریب سے دیکھا، ان کی امریکی نسل اردو سے بے خبر تھی، تو میں نے اس وقت ایک نظم کہی تھی

اردو پریشاں ہے۔

مری دہلیز پر محسن کھڑی، اُردو پریشاں ہے

خودی کے خون پر شاید بڑی، اُردو پریشاں ہے

تمہیں رہنا ہے گر مغرب میں تو تہذیب رہنے دو

اُسے دیتی ہے انگریزی تڑی، اُردو پریشاں ہے

چلا تھا آپ سے، پھر تو ہوا، اب یو بُلاتے ہیں

مرے بچوں کو انگریزی لڑی، اُردو پریشاں ہے

میں اباجی سے ڈیڈی بن گیا، ماں جی بنی مما

کہاں پہ آ کے ٹوٹی ہے لڑی، اُردو پریشاں ہے

ادیب و شاعروں پر ناز تھا وہ بے وفا نکلے

گھروں میں اُن کو انگریزی لڑی، اُردو پریشاں ہے

کبھی قومی زباں تھی میں، کسی کے خواب کی دھرتی

مری آنکھوں میں آ کر رو پڑی، اُردو پریشاں ہے

ہے ہندو پاک کی عظمت، تہذیب و ثقافت کی

زبانوں میں نگینے سا جڑی، اُردو پریشاں ہے

ادیب و شاعروں، اُردو کے متوالوں کی جنت میں

یہ گوروں کی زباں کیوں منہ چڑی، اُردو پریشاں ہے

سوال: انگریزی کے جبری تسلط کی وجہ سے آج کی نسل اردو لکھنے کے قابل نہیں ہے اور اگر یہی نصاب جاری رہا تو کل کی نسل اردو پڑھنے کے قابل بھی نہیں رہے گی۔ ایسی صورت میں ہمارا ادبی ورثہ اور دینی ورثہ لاوارث ہو جائے گا۔ اس خطرے سے کیسے نمٹا جائے؟

> **ہم نے جن کے سر پر حکمرانی اور عوامی نمائندگی کا تاج رکھا وہ انگریز اور ہندو کے ذہنی غلام ہیں، ہم اردو سے محبت کرنے والوں نے کبھی بھی دل سے اس حقیقت کو تسلیم نہیں کیا۔ ہم ان ہی کے گیت گاتے ہیں جو قومی تہذیب و ثقافت کے دشمن ہیں ہم ان کی خوشنودی کے تالیاں بجاتے ہیں جو ہمارے قومی اقدار کے دشمن ہیں۔**

جواب: ہمیں انگریزی کے حصار سے نکل کر پہلے خود پر اردو نافذ کرنا ہو گی، کوئی بھی طاقت ہم پر اس وقت تک انگریزی مسلط نہیں کر سکتی جب تک ہم اردو بولنے والے خود انگریزی کے حصار سے نہیں نکلیں گے۔ اردو پاکستان کی قومی زبان ہے۔ ہمیں اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کہ اردو صرف پاکستان کی قومی زبان ہے، اردو نہ صرف بھارت کی سرکاری زبانوں کی فہرست میں شامل ہے بلکہ جموں کشمیر کے ساتھ دیگر چھ ریاستوں کی بھی سرکاری زبان ہے۔ اردو صرف پاکستان ہی میں نہیں بولی جاتی بلکہ اب تو دنیا بھر میں پاؤں پھیلا رہی ہے۔ اردو برصغیر سے نکل کر اب نہ صرف خلیجی ممالک بلکہ یورپ، امریکہ اور کنیڈا میں بھی بولی بھی جاتی ہے۔ کاروباری لوگ سائن بورڈ بھی اردو میں لکھتے ہیں، مطلب ہے کہ

انگریزی کے ساتھ اردو اب دنیا بھر میں لکھی، پڑھی اور سمجھی جاتی ہے۔ اب یہ صرف مسلمانوں کی زبان نہیں رہی، بین الاقوامی زبان کی حیثیت کی طرف گامزن ہے۔ اس لئے اردو ادب سے محبت کرنے والوں کا قومی اور مذہبی فریضہ ہے کہ وہ اردو کے لئے آواز اٹھائیں!!!

سوال: قومی زبان اردو قیام پاکستان سے پہلے آل انڈیا مسلم لیگ کے بنیادی ایجنڈے میں شامل تھی، ایسی کیا وجوہات ہوئیں کہ قیام پاکستان کے بعد قومی زبان کے سرکاری ایوانوں میں داخلے پر پابندی عائد کر دی گئی؟

جواب: قیام پاکستان کے ابتدائی دور میں اردو بولنے والوں کو اردو کی عظمت کا احساس تھا لیکن بد قسمتی سے ہم گوروں کی غلامی کو اپنے شعور سے نہ نکال سکے۔ حکمرانوں نے ایوانوں میں اور اداروں میں انگریزوں کے ذہنی غلاموں نے اردو پر ظلم کیا، سرکاری تعلیمی ادارے عام لوگوں کے لئے رہ گئے اور خاص لوگوں کے بچے انگلش میڈیم پڑھنے لگے۔ قوم تعلیمی لحاظ سے دو حصوں میں تقسیم ہو گئی اور اس طبقاتی تقسیم میں انگریزی نے اردو کا خون کر دیا۔

سوال: انگریز اور ہندو اردو کے دشمن تھے، آج ہمارے حکمران اور نوکر شاہی بھی اردو دشمنی میں انگریزوں اور ہندوؤں کو کیوں پیچھے چھوڑ رہے ہیں؟

جواب: اس لئے کہ ہم نے جن کے سر پر حکمرانی اور عوامی نمائندگی کا تاج رکھا وہ انگریز اور ہندو کے ذہنی غلام ہیں۔ ہم اردو سے محبت کرنے والوں نے کبھی بھی دل سے اس حقیقت کو تسلیم نہیں کیا۔ ہم ان ہی کے گیت گاتے ہیں جو قومی تہذیب و ثقافت کے دشمن ہیں۔ ہم ان کی خوشنودی کے لیے تالیاں بجاتے ہیں جو

یہ معاملہ اس وقت تک حل نہیں ہو گا جب تک ہم اردو کے پرستار ایک تحریک بن کر میدان میں عملی طور پر نہیں اتریں گے۔ سیمیناروں میں بولنے سے کچھ حاصل نہیں ہو گا، آج کے دور میں قومی، علاقائی اور ذاتی معاملات کے مسائل کے حل کے لئے واحد راستہ دھرنا ہے۔ ہم اردو کے علم برداروں کو پارلیمنٹ ہاوس کے سامنے اور شاہراہِ دستور پر دھرنا دینا ہو گا۔

ہمارے قومی اقدار کے دشمن ہیں۔ ہمیں اپنے گھروں میں اپنے بچوں کے ساتھ اردو بولتے ہوئے شرم آتی ہے، ہم اپنے بچوں کو مغربی لباس میں دیکھ کر خوش ہوتے ہیں، اگر ہم اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں تو ممکن ہے ہمیں احساس ہو جائے کہ ہم نے خود پر ظلم کیا۔

سوال: دستوری تقاضے، سپریم کورٹ کے فیصلے اور قومی اتفاق رائے کے باوجود مقتدرہ قومی زبان کو سرکاری زبان کا درجہ نہیں دے رہی۔ آپ کے خیال میں یہ معاملہ کیسے حل ہو گا؟

جواب: میرے خیال میں یہ معاملہ اس وقت تک حل نہیں ہو گا جب تک ہم اردو کے پرستار ایک تحریک بن کر میدان میں عملی طور پر نہیں اتریں گے۔ سیمیناروں میں بولنے سے کچھ حاصل نہیں ہو گا، آج کے دور میں قومی علاقائی اور ذاتی معاملات کے مسائل کے حل کے لئے واحد راستہ دھرنا ہے، ہم اردو کے علم برداروں کو پارلیمنٹ ہاؤس کے سامنے اور شاہراہ دستور پر دھرنا دینا ہو گا۔

سوال:۔ پاکستانی قوم مجموعی طور پر انگریزی کو ہی ترقی کا ذریعہ سمجھ رہی ہے، جب کہ معیار تعلیم کے اعتبار سے ہم اس وقت بدترین سطح یعنی 129 ویں نمبر پر ہیں۔ اس کیفیت سے قوم کو کیسے نکالا جائے اور معیار تعلیم کی اس پستی کی وجوہات کیا ہیں؟

جواب: پاکستانی قوم نہیں مغربی غلام طبقے کی یہ سوچ ہے، صرف معیار تعلیم کے اعتبار سے ہی نہیں بلکہ نظام عدل کے حوالے سے بھی ہم عالمی سطح پر اسی درجے میں ہیں۔ میں نہیں کہتا کہ پاکستان میں انگریزی زبان پر پابندی لگائی جائے۔ میں کہتا ہوں تعلیمی کورس میں اردو اور اسلامیات کو لازمی اور انگریزی کو اختیاری مضمون رکھا جائے جو انگریزی نہیں پڑھنا چاہتا اسے انگریزی پڑھنے پر مجبور نہ کیا جائے، عام طور پر انگریزی میں فیل ہونے والے بچے اعلیٰ تعلیم سے محروم رہ جاتے ہیں۔ میں اس کی زندہ مثال ہوں، بارویں جماعت کے امتحان میں اردو اور دوسرے مضامین میں پہلی پوزیشن تھی انگریزی میں صرف تین نمبر کم ہونے کی وجہ سے فیل کر دیا گیا، میں نے اس وقت کے گورنر نصیر اللہ بابر کو لکھا تھا کہ انگریزی میری قومی یا مادری زبان نہیں، لیکن اس وقت بھی انگریزی کے خلاف میرے ماتم پر کسی نے توجہ نہیں دی تھی، معیار تعلیم ک...

پاکستا...

سردار محمد افضل سدوزئی

راولپنڈی میں مقیم یہ بزرگ ہمہ وقت نفاذ قومی زبان کی جدوجہد میں مصروف عمل رہتے ہیں۔ شہر کی ہر سرگرمی میں باقاعدگی سے شریک ہوتے ہیں۔ باٹا کمپنی سے مینیجر ریٹائر ہوئے تو اسلام اور نفاذ قومی زبان کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیں۔ دستخطی مہم کے لیے اپنی علالت اور بزرگی کے باوجود محلے کے ہر گھر کے دروازے پر دستک دی۔ ایک کاروباری کمپنی میں سیکنڑوں خواتین و حضرات ملازمت کرتے ہیں۔ ان سب کو تحریک نفاذ اردو سے متعارف کروایا اور سب سے قرارداد نفاذ اردو پر دستخط کروائے۔ سوشل میڈیا پر بھی مکمل طور پر قومی زبان کی وکالت کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ ان جیسے پانچ دس بزرگ ہر شہر میں میسر آ جائیں تو نفاذ اردو کی مہم کو چار چاند لگ جائیں۔ سردار محمد افضل سدوزئی کا تعلق تراڑ کھل آزاد کشمیر سے ہے تاہم مستقل رہائش پروفیسر کالونی، ایکسپریس وے راولپنڈی میں ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں لمبی زندگی اور صحت کاملہ عطاء فرمائے تاکہ قومی زبان کا یہ سفیر اپنی آنکھوں سے نفاذ قومی زبان کی منزل پا سکے۔

قومی زبان اردو کو فوری طور پر بطور سرکاری، عدالتی اور تدریسی زبان رائج کیا جائے۔

تحریک نفاذ اردو راولپنڈی ڈویژن کے اجلاس میں پیش کردہ قرارداد پر شرکاء کا اظہار خیال

تناپ اسلام آباد راولپنڈی کے عہدیداروں کا اجلاس 18 ستمبر سہ پہر چار بجے دفتر آفاق، اسلام آباد میں ڈویژنل صدر سید ظہیر گیلانی منعقد ہوا۔ اجلاس کا پیش نامہ (ایجنڈا) درج ذیل تھا:

1۔ تلاوت قرآن

2۔ نعت رسول ﷺ

3۔ باہمی تعارف 3۔ تقریریاں

4۔ منصوبہ بندی ستمبر، اکتوبر 2022

5۔ سرکاری اداروں سے رابطے

6۔ ادبی تنظیموں، وکلاء، علماء، اساتذہ اور طلبہ تنظیموں سے رابطے

7۔ کوئی اور بات

شرکاء: عطاء الرحمن چوہان، سید ظہیر گیلانی، نیئر سرحدی، شہزاد منیر احمد، شہباز احمد چوہدری، فہمیدہ بٹ، غزالہ سلطانہ، ہاجرہ مریم، عامرہ فاروق **رخصت:** ساجد بانیاں اور سردار محمد افضل سدوزئی اور سید مظہر مسعود

تلاوت قرآن کی سعادت غزالہ سلطانہ نے حاصل کی جب کہ نعت رسول مقبول ﷺ ہاجرہ مریم نے پیش کی۔

باہمی تعارف کے بعد پیش نامے کے مطابق کاروائی کا آغاز ہوا۔

شہباز چوہدری کو ضلع اسلام آباد کا معاون معتمد (ڈپٹی سیکرٹری) مقرر کیا گیا۔

منصوبہ بندی ماہ ستمبر، اکتوبر:

1۔ تعلیمی اداروں میں تقریبات اور دستخطی مہم:

راولپنڈی، اسلام آباد کے تعلیمی اداروں (ڈگری کالجوں، جامعات اور دینی مدارس) میں مشاعرے، مباحثے، تقریری اور مضامین نویسی کے مقابلوں کا اہتمام کر کے ان کو تحریک کے پیغام سے روشناس کروانے کی کوشش کی جائے گی۔ تقریبات کے دوران نفاذ قومی زبان کی قرارداد پر دستخط بھی لیے

جائیں گے اور اداروں میں نفاذ اردو کمیٹیاں بھی قائم کی جائیں گے۔۔ان تقریبات کے لیے جناب شہزاد منیر احمد نے 5000 روپے ماہانہ دینے کا اعلان کیا۔ نیئر سرحدی صاحب نے بتلایا کہ چغتائی لیب سے بھی اس سلسلے میں تعاون مل سکتا ہے۔ تعلیمی اداروں سے رابطے اور تقریبات کے انعقاد کے لیے درج ذیل افراد پر مشتمل کمیٹی قائم کی گئی:

1۔جناب نیئر سرحدی (سربراہ) 2۔جناب شہزاد منیر احمد (رکن) 3۔ محترمہ فہمیدہ بٹ 4۔ڈاکٹر ساجد خاکوانی 5۔ پروفیسر شاہد چوہدری

اسلام آباد کے اداروں سے نیئر سرحدی صاحب اور رفقاء رابطہ کریں گے۔ جب کہ راولپنڈی کے تعلیمی اداروں سے رابطہ جناب شہزاد منیر احمد کریں گے۔

2۔ سرکاری اداروں سے رابطے:

ایوان بالا کی قائمہ کمیٹی برائے قومی لوک ورثہ ڈویژن کے سربراہ ڈاکٹر افنان اللہ خان نے اپنے عہدہ سنبھالتے ہی سوشل میڈیا پر پیغام دیا تھا کہ وہ قومی زبان کے لیے کام کریں گے۔ طے پایا کہ ان سے ملاقات کر کے قائمہ کمیٹی کی طرف سے نفاذ قومی زبان کی قرار داد وزیر اعظم کو ارسال کی جائے۔ اس سلسلے میں جناب نیئر سرحدی صاحب رابطہ کریں گے۔

3۔رکشہ بینرز

راولپنڈی شہر میں رکشوں کے پیچھے تجارتی اور سیاسی بینرز لگے ہوتے ہیں، جو تشہیر اور عوامی آگاہی کا موثر ذریعہ ہے۔ تحریک اپنا پیغام عام کرنے کے لیے راولپنڈی میں 500 رکشا بینرز آویزاں کرنے کا منصوبہ رکھتی ہے۔ ابتدائی طور پر سید ظہیر گیلانی، نیر سرحدی اور عطاء الرحمن چوہان نے دس، دس بینر سپانسر کرنے کا اعلان کیا۔

کوئی اور بات:

جناب شہزاد منیر احمد نے تجویز دی کہ تناپ کی سرگرمیوں پر اٹھنے والے اخراجات مرکزی اور ضلعی عہدیداروں کو پورے کرنے چاہیے اور ہر عہدیدار پر ماہانہ کچھ رقم عائد کرنی چاہیے یا ہر عہدیدار رضاکارانہ کچھ رقم تحریک کو عطیہ کرے۔ جناب نیئر سرحدی صاحب نے اس کو بطور ایجنڈا زیر غور لانے کی تجویز دی۔ اجلاس کو وقت ختم ہونے اور عہدیداروں کی حاضری کم ہونے کی وجہ سے طے پایا کہ اس معاملے کو آئندہ اجلاس میں زیر غور لایا جائے گا۔

محترمہ فہمیدہ بٹ صاحبہ نے تجویز پیش کی کہ
نفاذ قومی زبان کے لیے کام کرنے والی دیگر تنظیموں سے رابطہ کر کے کوئی اتحاد یا اشتراک عمل کی راہ نکالی جائے۔ صدر تحریک نے بتایا کہ اس سلسلے میں کام ہو رہا ہے۔ تمام تنظیموں سے رابطہ ہے۔ ایک آدھ تنظیم کے علاوہ سارے اشتراک عمل کے لیے تیار ہیں۔

ایک قرارداد کے ذریعے حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ دستور پاکستان کی شق 251 کے تحت اور سپریم کورٹ کے فیصلے کے مطابق قومی زبان کو فوری طور پر ملک کی سرکاری، عدالتی اور تعلیمی زبان قرار دیا جائے۔

دعاء کے ساتھ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

معروف افسانہ نگار، شاعر، کالم نگار، براڈکاسٹر

فرخندہ شمیم

ترتیب س تدوین: ستارہ منیر

توجناب آج کو ایک بہت ہی بارعب شخصیت خوبصورت خاصیت اور کئ خوبیوں کی مالک معروف افسانہ نگار، شاعر، کالم نگار، براڈ کاسٹر فرخندہ شمیم کے بارے میں جانتے ہیں؟ محترمہ فرخندہ شمیم صاحبہ کئ شعبہ جات میں اپنی خدمات پیش کی جن میں کچھ کے بارے میں جانتے ہیں؟

شعبہ جات

ادب: افسانہ، کالم، تحقیقی مضامین، شاعری (، نظم، غزل، ہائیکو)

میڈیا: نیوز رپورٹنگ، دستاویزی پروگرامنگ، (بچوں کا ادب، خواتین، پاکستان کی سیاحت، اردو زبان کے فروغ کی ضرورت)

نظمیہ رپورٹنگ، تدریس، اردو ادب / اردو صحافت۔ صحافت اور اردو ادب میں ماسٹر ز ڈگری حاصل کی اور ملازمت کے لئے قومی میڈیا یا پاکستان ٹیلی ویژن کا انتخاب کیا و بحیثیت پروڈیوسر / رپورٹر اور کنٹرولر ادارے کے لیے بہترین صلاحیتوں کے ساتھ کام کیا۔ رپورٹنگ کے شعبے میں خصوصی انفرادیت حاصل کی اور دستاویزی پروگراموں کی پروڈکشن کے طور پر قومی اور عالمی مقابلوں میں متعدد اعزازات حاصل کیے۔ جن میں ایشیا براڈکاسٹنگ یونین سمیت کئ اہم ادارے شامل ہیں۔ پی ٹی وی کے دستاویزی سلسلے The soft image of pakistan"" کے تحت درج ذیل سیکٹرز میں کام کیا

تحریک پاکستان، پاکستان کے سیاحتی مقامات، پاکستانی خواتین، اردو زبان کی عالمی حیثیت اور شناخت، پی ٹی وی میڈیا کے خبر نامے میں سب سے پہلے باقاعدہ نظمیہ رپورٹنگ کا آغاز کیا، جس نے بے پناہ مقبولیت کو چھوا۔

ریڈیو پاکستان راولپنڈی اور ریڈیو پاکستان اسلام آباد سے، "بچوں کے لیے ادب کی اہمیت اور ضرورت" کے موضوع پر ان گنت پروگراموں کی تحریر و تحقیق اور میزبانی کی۔

ادبی خدمات: بنیادی میدان۔۔۔۔افسانہ نگاری

دوسری ترجیح۔۔۔۔نظم اور ہائیکو نگاری

تصانیف:

مٹی اور پاؤں۔۔۔۔۔افسانے

ماں۔۔۔۔۔نظمیہ مجموعہ

تلاش جمال میں گمشدہ عورت۔۔۔۔افسانے

"میں۔"۔۔۔۔سوانح

ادبی کاوشوں کا آغاز اہم قومی اخبارات کے ادبی ایڈیشنز سے کیا۔۔۔فنون، نقوش، ماہ نو، ادب لطیف، اوراق، چہار

سو، بیاض، الحمراء، الفاظ، خیابان اور اردو آنگن ممبئی میں اشاعت پذیر باقاعدہ۔

انشایہ نگاری اور کالم نگاری کے لئے روزنام نوائے وقت، جنگ جناح اساس اور نکھار

افسانوں کے تیسرے مجموعے "تلاش جمال میں گمشدہ عورت کا انتخاب عین شمس یونیورسٹی قاہرہ کے اردو شعبے کے لئے کیا گیاہے۔

معلمہ کی حیثیت میں مختلف کالجز اور جامعات میں میڈیا اور اردو ادب کی تعلیم دی، جن میں فاونڈیشن یونیورسٹی راولپنڈی کیمپس، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد اور فاطمہ جناح ویمن یونیورسٹی راولپنڈی شامل ہیں۔

میڈیا اور اردو ادب کے شعبوں میں حاصل اعزازات کی تعداد 100 سے زائد رہی۔ جن میں پی ٹی وی ایوارڈ، بولان ایکسیلنس ایوارڈز، ادب سرائے انٹرنیشنل گولڈ میڈل، سوچ حسن کارکردگی ایوارڈ، نظریہ پاکستان علامہ اقبال گولڈ میڈل، فاطمہ جناح گولڈ میڈل، ریشم ڈائجسٹ ادبی ایوارڈ

عالمی ایوارڈز

دی ویمن آف دی ائیر گولڈ میڈل 2005۔۔۔دی امیریکن بائیو گرافیکل انسٹی ٹیوٹ 2005

قطر ایوارڈ

فرخندہ شمیم کی علمی، ادبی اور صحافتی خدمات کے موضوع پر ایم فل سطح کا مقالہ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی جانب سے کیا گیا۔

عنوان۔۔۔۔فرخندہ شمیم کی علمی وادبی خدمات"

دوسرا مقالہ... پوٹھوہار کی افسانہ نگار خواتین.....وفاقی اردو یونیورسٹی اسلام آباد۔ فرخندہ شمیم کے افسانے... فاطمہ جناح ویمن یونیورسٹی راولپنڈی

ریڈیو براڈکاسٹر کی حیثیت سے ریڈیو پاکستان اسلام آباد اور راولپنڈی اسٹیشنز سے متعدد پروگراموں میں شرکت کے علاوہ میزبانی بھی کی جن میں خواتین کا پروگرام "ہماری دنیا" اور بچوں کے ادب پر مسلسل پروگرام کیے.

اپنی زبان اردو۔ فرخندہ شمیم

اقبال کہ جو واقفِ بیاں
اس کی نظر میں قوم کی سالار ہے لسان
ایسی زباں کہ شاعر مشرق چنیں جسے
اظہار کا جو فخر ہے اردو ہے وہ زبان
اردو کی چاشنی میں بسا، لشکروں کا کیف
ترک و عرب، فرنگی و فارس، سبھی کا کیف
اہل ہنود بھی اسی لشکر میں پید تھے
سب ایک ہی زبان کی الفت میں قید تھے
قائد نے جس کو قوم کی آواز کہہ دیا
اقبال کے سخن نے اسے عام کر دیا
غالب نے ہر زبان کی ملکہ کہا جسے
اہل ہنر نے کر دیا پیراستہ اسے
ایسی زبان کیوں نہ ہو نافذ وطن کے بیچ
کیسی رکاوٹیں ہیں کھڑی بے پناہ کثیف
اردو میں کیا ہے شرم، کہاں کا ملال ہے
اس کے تو ابجدوں ہی میں بکھرا جمال ہے
اردو فقط نہیں ہے کوئی رابطہ زبان
اس میں ادب بھی ایک ذخیرہ کمال ہے
لندن ہو، روس ہو یا ہو ہند چینیوں کا دیس
اردو مقام خوب ہے، عزت نصیب ہے
حیرت ہے اپنے دیس میں اس کا مکاں نہیں

دنیائے دور دور میں اردو قریب ہے
اک غیر کی زباں کو تو جلدی سے چن لیا
ہم نونہال دیس کو اردو نہ دے سکے
اس کے بہت سبب، بہت سی وجوہ ہیں
ہم گھر میں رہ کے بچوں کو بولی نہ دے سکے
مکتب نصاب کا ہو یا ہوں پیشہ ور علوم
ٹیکنالوجی ہو، طب ہو یا ہوں سائنسی فنون
اسلوب درس کو مگر اردو نہ دے سکے
سارے جہاں کی ساری زبانیں ہی علم ہیں
سیکھو سبھی علوم، سبھی کی زبان میں
لیکن وطن زبان کی توقیر ہے سوا
اس میں بہت خلوص ہے، اس میں بڑی ادا
پرزور گفتگو سے، دلائل کے زور پر
وکلاء مباحثوں نے تو اردو سنبھال لی
لیکن سیاسیات کے کچھ چکمہ گروں نے
یوں عدلیہ کے حکم کی پگڑی اتار دی
کیسا ہے یہ شرف، کہو کیسا نیاز ہے
آؤ کہ طوق زرد کو اوپر اچھال دیں
اور پاک سرزمین پہ اردو اجال دیں

گیارہ ستمبر یوم وفات قائداعظمؒ کس خاموشی سے گزر گیا، کہیں قائد محترم کے احسانات کا نہ ذکر تھا نہ قائد کی تعلیمات کا، نہ کوئی دعائیہ تقریب نظر آئی اور نہ کہیں قائد سے جدائی کا کرب محسوس ہوا۔ قائد تو ایک زندہ کردار ہے، جو قیامت تک زندہ رہے گا۔ پاکستان ان کا ایسا تحفہ ہے جو رہتی دنیا تک قائد کو زندہ رکھے گا۔

عصر حاضر میں جو حکمران، جو چلن اور جو بے حسی ہے، یہ چیخ چیخ کر بتا رہی ہے کہ ہمارے جسم سے روح پرواز کر چکی ہے۔ ہم مٹی کے کھلونے سے زیادہ کچھ نہیں ہیں۔ نہ ہمارے اندر دل ہے جو خوشی اور غمی سے بڑھتا اور سکڑتا ہے اور نہ ہماری کھوپڑیوں میں دماغ ہے جو اچھے اور برے کی تمیز کر سکتا ہو۔ نہ ہمیں اپنی اقدار کا علم اور نہ تہذیب و ثقافت سے کوئی لگن۔ ہم دوسروں کی طرف دیکھنے، ان کے طور اطوار کو اختیار کرنے میں اتنے جلد باز ہیں کہ کسی کو مائل کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔

یہ خود بیزاری کی کیفیت انسان پر تب طاری ہوتی ہے جب وہ خود سے نفرت کرنا شروع کرتا ہے۔ اسے اپنی زبان، اپنی تہذیب، اپنے تمدن، اپنے نام، اپنے لباس، اپنے وطن، اپنے آباؤ اجداد سے اس قدر نفرت ہوتی ہے کہ وہ ان سارے واسطوں اور ان سارے تعلقات کو یک سر ختم کر کے ایک نئی پہچان، ایک نئے چلن اور ایک نیا روپ دھارنے پر ہمہ وقت تیار رہتا ہے۔

برصغیر جیسے تاریخی خطے، اسلام جیسے روشن ترین اور فطری دین کے حاملین، صدہا سالوں کی درخشندہ تاریخ نسلی تاریخ کے حامل لوگ ایک دن اتنے بھی گر جائیں گے کہ وہ مغرب کی نقالی میں اپنا سب کچھ یوں پاگلوں کی طرح تج دیں گے۔ یہ تو اس خطے کے جری انسانوں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ یہ ٹیپو سلطان، شہاب الدین غوری اور قطب الدین ایبک، پرتھوی راج چوہان اور عظیم کشان سلطنت کے وارث اہل مغرب کو تو کبھی اپنے برابر تصور نہیں کرتے تھے۔ وہ جو دنیا کو تہذیب سکھاتے تھے، ان کی نسلیں دنیا کے بدترین، اخلاق باختہ اور غیر مہذب لوگوں کے سامنے اس طرح ہتھیار ڈال دیں گے؟ یہ تو اس خطے میں کبھی فرض بھی نہیں کیا گیا تھا۔

برصغیر پر برطانوی قبضے کے دوران بھی مقامی باشندے ان سے نہ صرف نفرت کرتے تھے بلکہ انہیں منحوس اور ناپاک بھی سمجھتے تھے۔ برطانوی سامراجیت کے انسانیت سوز مظالم اور رنگین تر ترغیبات نے بھی اہل برصغیر کو نہ پسپا کر سکے اور نہ ان کے دل جیت

سکے۔ برصغیر کے غیور باسی میں دو سو سال کے غاصبانہ قبضے اور انگریزوں کی حد درجہ بد سلوکیوں کے باوجود جذبہ حریت زندہ رہا اور غاصب گوروں کے خلافت نفرت کا الاؤ ہر ایک کے دل میں دھکتا رہا۔ جسے چوہدری رحمت علی، علامہ اقبال، قائد اعظم محمد علی جناح، مولانا محمد علی جوھر، مولانا شوکت علی اور ایسے ہزاروں فرزندان توحید نے جلا بخشی اور آخر لازوال قربانیوں کے بعد سفاک اور درندہ صفت انگریزوں کے ناپاک وجود سے برصغیر سے دیس نکالا دیا گیا۔ اس کے باوجود ان کی نسلیں اپنے شاندار ماضی کو بھول کر اسی عطار کے لونڈے سے علاج کروانے پر تیار ہیں جس کے سبب بیمار ہوئے تھے۔

کوہ ہمالہ کی بلندیوں سے لڑھک کر آج یہ قوم مغربی جہالت اور سفاکیت کی دلدادہ کیسے بنی اور پستی کا یہ سفر اہل مغرب کی طرح انہیں بھی جنگلی درندوں کی طرح کیوں بے لباس کیے جا رہا ہے؟ یہ سوال بھی آج کہیں اٹھتا نظر نہیں آ رہا۔ میں گزشتہ پانچ دہائیوں سے ہر طرف خاموشی، بے بسی اور بے کسی کے بادل چھائے دیکھ رہا ہوں۔ ہمارے درمیان علماء بھی موجود رہے، سیاستدان، فقہی، شعراء، ادیب، اساتذہ اور دانشور بھی کہلانے والے بہت گزرے ہیں۔ قائد اعظم محمد علی جناح، علامہ اقبال، مولانا ابوالکلام آزاد، سید ابوالاعلیٰ مودودی اور ان جیسے چنیدہ شخصیات نے تو اہل مغرب کے افکار پر کاری ضرب لگائی، جس کے نتیجے میں برصغیر میں علم بغاوت ہر دور میں کہیں کھلے بندوں اور کہیں چپکے چپکے سلگتا رہا۔

تقسیم برصغیر کے بعد چند سالوں میں قائد اعظمؒ، سید مودودیؒ اور ان کے رفقاء طبعی زندگی گزار کر رخصت ہوئے تو ملک کی باگ دوڑ لارڈ میکالے کے نظام تعلیم کے پروردہ نسل کے ہاتھ میں کیا آئی، یہاں کالے کریٹھ انگریزوں کی ایسی نسل تیار ہوئی جن کی شکلیں اور صورتیں تو مقامی ہیں لیکن ان کے دل و دماغ خالص فرنگی ہیں۔

> برطانوی سامراجیت کے انسانیت سوز مظالم اور رنگین تر ترغیبات نے بھی اہل برصغیر کو نہ پسپا کر سکے اور نہ ان کے دل جیت سکے۔ برصغیر کے غیور باسی میں دو سو سال کے غاصبانہ قبضے اور انگریزوں کی حد درجہ بد سلوکیوں کے باوجود جذبہ حریت زندہ رہا اور غاصب گوروں کے خلافت نفرت کا الاؤ ہر ایک کے دل میں دھکتا رہا۔

جن کا علم اے (A) سے شروع ہو کر (Z) پر ختم ہو جاتا ہے۔ یہ ایسا کالا علم ہے جس نے اس جری، بہادر اور عالمگیر آفاقیت کی حامل نسل سے اس کے سارے اوصاف کرید کرید کر نکال پھینکے ہیں اور ان میں وہ زنگ آلودہ بھوسہ بھر دیا ہے جو لنڈے کی پینٹ اور شرٹ میں دنیا کی ساری بزرگی اور برتری تلاش کر رہے ہیں۔ انہیں نہ اپنے آباؤ اجداد سے کوئی تعلق ہے نہ اپنے مذہب میں کوئی کشش محسوس ہوتی ہے اور نہ وہ برصغیر کی صدیوں پر محیط علمی ادبی، معاشی اور سماجی اقدار میں کوئی خیر اور حمیت محسوس کرتے ہیں۔ اس نسل کے سوچنے، سمجھنے، چکھنے اور سونگھنے تک کے معیار فرنگیت کا شکار ہو چکے ہیں۔

یہ امراض خبیثہ ابھی مقتدر طبقے پر حاوی ہیں۔ ملک کی بھاگ دوڑ انہی کے ہاتھ میں ہے، اس لیے ان کا سکہ چلتا ہے۔ یہ جسے چاہتے ہیں اجاگر کرتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں روک لیتے ہیں۔ اس مقتدر طبقے کی گرفت اتنی مضبوط ہو چکی ہے کہ تبدیلی اور بہتری کی کوئی

صورت دکھائی نہیں دیتی۔ مذہب والے آپس میں اس قدر نفرت کا شکار ہیں کہ وہ کسی ہندو، عیسائی اور مجوسی کے ساتھ معاملات کر سکتے ہیں لیکن وہابی، دیوبندی، بریلوی اور شیعہ باہم مل کر کوئی کام کرنے پر تیار نہیں۔ ملاؤں کی روٹیاں اسی فرقہ وارانہ کشید گی کے الاؤ سے وابستہ ہیں، یہی حال اہل تصوف کا ہے۔ گدی نشینوں کی اکثریت انگریز دور میں ہی وظیفہ خوری کا شکار ہو چکی تھی۔ جاگیر دار اور زمیندار بھی انگریزوں کے مراعات یافتہ لوگوں میں شمار تھے۔ سول اور ملٹری بیوروکریسی خالصتا لارڈ میکالے کے نظام تعلیم کے پروردہ تھے۔ یوں پوری قوم اس وقت میکالوی کلچر زدہ ہے، جس سے خیر کی توقع ناممکن ہے۔

کل گیارہ ستمبر ۲۰۲۲ء کا دن گزرا جو بانی پاکستان قائد اعظمؒ کا یوم وفات تھا، اس روز اپنے محسن کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرنے کے بجائے پوری حکومتی مشینری ملکہ برطانیہ کا سوگ منانے میں لگی رہی۔ غیر سرکاری سطح پر بھی کسی نے بانی پاکستان کے لیے محض دعائیہ تقریب کا اہتمام بھی نہیں کیا۔ یہ معمولی بات نہیں کہ اسے نظر انداز کر دیا جائے۔ یہ اس لارڈ میکالوی کلچر کی دین ہے کہ ہم اپنے ماضی کو یکسر نظر انداز کر کے فرنگیوں کے بلا تنخواہ غلام بن چکے ہیں۔

پاکستان میں اللہ تعالیٰ کی شریعت کے بجائے فرنگی قوانین نافذ ہیں، اسلام کے پاکیزہ نظام معیشت کی جگہ سود کا بدترین نظام نافذ ہے۔ ہمارا نظام تعلیم اسلام کے بجائے مغربیت سے بھرا ہوا ہے، صرف فکر مغربی نہیں بلکہ نظام تعلیم بھی خالص انگلش میڈیم ہے۔

طرفہ تماشا یہ ہے کہ نہ کسی کو اسلام کے مغلوب ہونے کا دکھ ہے اور نہ کوئی اپنی قومی زبان کے لیے متفکر ہے۔ پوری قوم اس جہالت زدہ نظام کی مکمل طور پر اسیر ہو چکی ہے۔ علماء، اساتذہ، ادباء، شعراء، سیاستدان اور مفکرین سارے کے سارے اس غلیظ نظام کے پیروکار بنے ہوئے ہیں۔ کہیں بغاوت کے آثار بھی دکھائی نہیں دیتے۔

یہ کام آرزوؤں، دعاؤں اور محض تمناؤں سے نہیں ہوگا بلکہ اس کے لیے آج اور ابھی سے قائد اعظم کے پاکستان کے احیاء کی تحریک کا آغاز کیا جائے۔

جو لوگ کچھ کر سکتے ہیں انہیں دال روٹی کی فکر دامن گیر ہے۔ جو دین کے دعویدار ہیں وہ نفرتوں کے سوداگر بن چکے ہیں اور خانقاہیں سافٹ اسلام کے نام پر مغربی ایجنڈے کو پروان چڑھا رہے ہیں۔

مایوسیوں کے ان اندھیروں میں امید کی واحد کرن تو رپاکستان ہے، جس میں پاکستان کے اقتدار اعلیٰ کا مالک رب العالمین ہے اور ملک میں کوئی قانون قرآن وسنت کے مغائر نہیں بن سکتا نیز اس دستور کے مطابق ملک کا نظام انگریزی کے بجائے قومی زبان اردو میں چلانے کی ضمانت دی گئی ہے۔

لارڈ میکالوی کلچر کا مقابلہ کرنے کے لیے پاکستان کے غریب طبقے کو اٹھنا پڑے گا۔ اسے دستور پاکستان یہ حق دیتا ہے کہ وہ ملک میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کے قیام اور قومی زبان اردو کے نفاذ کے ذریعے پاکستان کو قائد اعظم اور علامہ اقبال کا پاکستان بنا کر اسے اسلام اور مسلمانوں کا حقیقی قلعہ بنا سکیں۔ یہی واحد راستہ ہے جو ہمیں مغربی جہالت کے اندھیروں سے نکال کر اسلام کے روشن ترین نظام کے ذریعے دنیا کی ترقی یافتہ قوم بنا سکتا ہے۔

یہ کام آرزوؤں، دعاؤں اور محض تمناؤں سے نہیں ہوگا بلکہ اس کے لیے آج اور ابھی سے قائد اعظم کے پاکستان کے احیاء کی تحریک کا آغاز کیا جائے۔

"پاکستان کی قومی سالمیت اور دفاع کے تقاضے"۔۔افسانہ نگار: فریال اوز گل (گجرات)

حبہ کافی دنوں بعد یونیورسٹی آئی تھی، کینٹن میں بیٹھی پروا اور میزاب کے ساتھ گپیں ہانک رہی تھی کہ مس محراب کی کلاس شروع ہونے کی اطلاع موصول ہوگئی۔ حبہ کو ابھی افضل سے متعلق پروا کو تفصیلات بتانی تھی لیکن آج کی کلاس بھی انتہائی جہاں

جہاں وطن سے محبت ایمان کا حصہ ہے تو قومی زبان سے محبت بھی لازم وملزوم ہے۔ زبان کسی بھی قوم کی ترجمان ہوتی ہے۔ زبان ہی تو ہے جس کے ذریعے سے ہم اپنے ادبی ورثے، اسلامی تعلیمات اور وطن عزیز کے لیے ہونے والی انتھک جدوجہد کی لازوال داستان تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔

وطن سے محبت ایمان کا حصہ ہے تو قومی زبان سے محبت بھی لازم و ملزوم ہے۔ زبان کسی بھی قوم کی ترجمان ہوتی ہے۔ زبان ہی تو ہے جس کے ذریعے سے ہم اپنے ادبی ورثے، اسلامی تعلیمات اور وطن عزیز کے لیے ہونے والی انتھک جدوجہد کی لازوال داستان تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔ اہم تھی۔ اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ اپنی دوست کو دلدل سے نجات دلائے یا پھر مس محراب کی کلاس میں شریک ہو کر بحث ومباحثہ کا حصہ بن کر اپنا جنون پورا کرے۔ وہ ابھی غور وفکر کر ہی رہی تھی کہ میزاب نے اُس کا ہاتھ تھاما اور کلاس میں زبردستی گھسیٹ لائی۔

مس محراب کلاس کا باقاعدہ آغاز کرواچکی تھی۔ حبہ کی کلاس میں آمد ہوتے ہی اُسے زیرِ بحث موضوع سے متعارف کروایا اور اظہار رائے کا حق دیا۔ آج کا موضوع دلچسپ ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت اہم بھی تھا۔ حبہ جیسی محبِ وطن کے دماغ میں خیالات کا ریلا اُمڈ آیا۔ اور اُس نے ڈائس پہ پہنچتے ہی نان اسٹاپ اپنے خیالات کا اظہار کرنا شروع کر دیا۔ جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں کہ آج کا موضوع گفتگو "پاکستان کی سالمیت اور دفاع کے تقاضے" ہیں۔ سامعین محفل میرے خیال سے جو انتہائی اہم عنصر ہے وہ قومی زبان اُردو کا نفاذ اور اس کا فروغ ہے۔ اگر ہم ترقی کی راہوں پر گامزن ہونا چاہتے ہیں، وطنِ عزیز کے بقا کے لیے سرگرم ہیں تو اُردو زبان کا دفاع اور فروغ ہمارا اولین فریضہ ہے۔ قومی سالمیت اور دفاع کے لیے ضروری ہے کہ پاکستان کے ہر فرد کو قوانین پاکستان کا علم حاصل ہو اور ہر فرد پر یکساں قانون لاگو ہو۔ شرحِ خواندگی میں اضافہ کیا جائے اور ہمارے ملک کے ذہین اور کامیاب لوگوں کو چاہیے کہ وہ اپنی قابلیت کسی اور ملک کی نذر کرنے کی بجائے، وطنِ عزیز کے لیے اپنی خدمات پیش کریں۔ اس کے علاوہ ہمیں اپنی ملکی معیشت کو مستحکم کرنا ہو گا تا کہ ہم بطور آزاد اور خود مختار قوم بن کر اقوام عالم میں اُبھر سکیں۔ ہمارا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ ہم اپنے معاملات میں دوسروں کی مداخلت کو روکنے کی بجائے اس کی تائید کرتے ہیں۔ ہم آزاد قوم ہونے کے باوجود بھی غلاموں جیسے طور طریقے اپنائے ہوئے ہیں۔ ہم اپنے عظیم

رہنماؤں کے کارناموں کے بارے میں علم حاصل کرنے کی بجائے انگریزوں کی تقلید اور غلامی کرنے میں سرگرم نظر آتے ہیں۔ کسی اپنی ایک نمایاں پہچان، زبان، لباس اور منفرد روایات اور قوانین ہوں۔ جس کی پاسداری کرتے ہوئے ایک آزاد اور طاقتور قوم کو تشکیل دیا جاسکے۔ مختصر یہ کہ کسی بھی قوم کی بقاء کے لئے ضروری ہے کہ قوم کے معماروں کو آزادانہ اور دوستانہ ماحول میں نوجوان نسل کی تعلیم و تربیت کرنے کی آزادی حاصل ہو۔ ہمیں چاہیے کہ اپنے نصاب میں انگریزی ادب اور ثقافت کو فروغ دینے کی بجائے، اسلام کے عظیم رہنماؤں کی داستانیں نصاب کا حصہ بنائے تاکہ مستقبل کی باگ دوڑ سنبھالنے والی نوجوان نسل کی صحیح انداز میں رہنمائی اور تربیت ہو سکے۔

پورا ہال تالیوں کی آواز سے گونج اُٹھا اور کلاس میں موجود تمام لوگ بشمول مس محراب حبہ بخاری کو ستائشی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

حبہ نے فوراً کلاس کو الوداع کہا اور پروا کو گھسیٹتی ہوئی کلاس سے باہر لے آئی۔ حبہ نے اُس کو جلد از جلد حقیقت سے روشناس کروایا اور عہد لیا کہ وہ دوبارہ کبھی بھی ان منزلوں کی طرف قدم نہیں بڑھائے گی جہاں سے محض اذیت اور رسوائی کے سوا کچھ بھی حاصل نہیں ہو گا۔ اپنی عزیز از جان سہیلی کو حقیقت سے روشناس کروانے کے بعد اب وہ پر سکون دکھائی دے رہی تھی۔

عمارہ کنول کا تعلق گوجر خان سے ہے۔ آپ ایک متحرک سیاسی شخصیت کی مالک ہیں۔ تحریک انصاف شعبہ خواتین سے منسلک ہیں۔ گزشتہ ماہ انہیں تحریک نفاذ اردو پاکستان شعبہ خواتین کا مرکزی نائب معتمد (ڈپٹی سیکرٹری) مقرر کیا گیا ہے۔ آپ نے ایک ڈیڑھ ماہ میں شعبہ خواتین کو بہت متحرک کر لیا ہے۔ کئی شہروں میں رابطے بڑھائے ہیں، راولپنڈی، سندھ، فیصل آباد، سرگودھا اور مری میں تنظیم سازی کا عمل جاری ہے۔ امید ہے جلد ملک کے تمام بڑے شہروں میں شعبہ خواتین متحرک ہو جائے گی۔ آپ قومی زبان کے نفاذ میں بہت سنجیدہ اور فعال ہیں۔ اپنی سیاسی سرگرمیوں کے ساتھ قومی زبان کے لیے بھی ہر وقت کوشاں رہتی ہیں۔

ہائے انگریزی۔۔۔۔۔ عظمیٰ ظہیر (لاہور) قسط اول

میرا تعلق ایک مذہبی متوسط خاندان سے ہے۔ میرے دادا ابو اور میرے ابو جان درس و تدریس کے شعبے سے وابستہ تھے۔ میرے دادا ابو بہت اچھے اُردو اور پنجابی کے شاعر تھے۔ وہ مختلف قسم کی کتابوں اور رسالوں کو اپنے ہاتھ سے خوش خط لکھتے۔ میں اُن کو بیٹھ کر لکھتا ہوا دیکھتی تو بہت محظوظ ہونے کے ساتھ دل میں یہ تمنا بھی لیے ہوئے تھی کہ کاش میں بھی ایسا خوبصورت لکھ پاؤں۔ میرے والد گورنمنٹ ڈگری کالج کے پروفیسر ہونے کے ساتھ شاعر اور ادیب بھی تھے۔ سکول اور کالج میں مختلف موضوعات پر ان کی لکھی ہوئی تقریریں کرتی، مشاعروں میں حصہ لیتی اور خوب داد و پاتی۔ بے شمار انعامات حاصل کیے۔ شروع ہی سے مجھے اردو استانی بننے کا شوق تھا شادی کے بعد بحیثیت استانی ملازمت کے لیے پرائیویٹ سکول میں پہنچ گئی، باہر سکول کا نام اتنا واضح نہیں تھا جتنا انگلش میڈیم پر زور دیا گیا تھا، اندر داخل ہوتے ہی مجھے کچھ استانیاں نظر آئیں جنہوں نے پینٹ شرٹ پہن رکھی تھی اور دوپٹے کا تو نام و نشان ہی نہیں تھا۔ یہ انگریزی طرز کا لباس دیکھ کر مجھے دل ہی دل میں بہت دُکھ ہوا۔ تھوڑی ہی دیر میں دفتر میں بیٹھی خاتون نے مجھے ایک درخواست لکھنے کو کہا۔ میں نے اُردو میں درخواست لکھنی ابھی شروع ہی کی تھی کہ ایک پاس کھڑی ٹیچر (جو کہ وہاں کی انتظامیہ کی رُکن لگ رہی تھی)۔ بولی میڈم پلیز "رائٹ اِن انگلش"۔ میں نے تعجب سے اُس کو دیکھا اور عرض کی کہ میں یہاں اُردو پڑھانے کے لیے آئی ہوں تو درخواست بھی اُردو میں ہی تحریر کروں گی میں اپنی قومی زبان اُردو سے لگاؤ رکھنے والی اس بات پر افسردہ ہو کر مجبوراً انگلش میں لکھ کر درخواست اُن کے ہاتھ میں تھما دی۔ انہوں نے میری درخواست جمع کر لی، اور انگریزی میں میرا انٹرویو لینا شروع کر دیا۔ میں ہر سوال کا جواب تو دیتی رہی لیکن دل برداشتہ ہو کر رہ گئی کہ انگلش کو اتنی اہمیت کیوں دی جاتی ہے۔ ہر شعبے میں انگریزی کو ہی کیوں ترجیح دی جاتی ہے۔ کیا ہم اُردو زبان بولنے میں تضحیک سمجھتے ہیں؟۔ کیا یہ زبان کم تر ہے؟ سکول کی دیواروں پر انگریزی زبان میں سب کچھ لکھا تھا کہیں بھی اسلامی کلچر نمایاں نہیں تھا سب کے لباس میں بے ہودگی تھی۔ ہمارے تعلیمی اداروں میں ہی ایسا ماحول نمایاں نظر آرہا ہے تو ہم اپنے بچوں کے دلوں میں وطن سے محبت کا جذبہ کیسے اُجاگر کر سکتے ہیں۔ خداداد صلاحیتوں کی وجہ سے مجھے بحیثیت اُردو معلمہ منتخب کر لیا گیا تھا۔ مجھے ایک کلاس میں لے جایا گیا۔ کلاس میں جیسے ہی میں داخل ہوئی، تمام بچے کھڑے ہو گئے اور ایک زبان ہو کر "good morning madam" کہا۔ میں نے تختہ سیاہ کے سامنے کھڑے ہو کر بچوں کو اسلام علیکم اور صبح بخیر کہا اپنا تعارف کروایا اور اُن سب کو بیٹھ جانے کو کہا۔ بورڈ پر انگلش میں تاریخ اور دن تحریر تھا۔ درمیان میں C. W لکھا ہوا تھا۔ اور ایک Moral lesson کا عنوان لکھا تھا۔ "استاتذہ کا احترام" لفظ استاتذہ دیکھ کر میں حیران اور پریشان رہ گئی کیونکہ وہ موضوع تھا "اساتذہ کا احترام" میں نے فوراً ڈسٹر پکڑا اور اس کو مٹا کر اساتذہ لکھ دیا۔ بچوں میں سے ایک بچہ کھڑا ہوا، اور بولا کہ یہ ہماری اُردو کی ٹیچر نے لکھا ہے۔ اور ہم سب نے اپنی ڈائری میں یہی لکھا ہے۔ پھر میں نے بچوں کو بہت پیار سے بتایا کہ استاد کی اصل جمع کیا ہے۔ بچوں کو جب اپنا تعارف کروانے کا کہا تب بھی انگریزی میں سب نے اپنا تعارف کروایا۔ میں سوچ میں پڑ گئی۔

> "نو میڈم اُردو is not

سید مشتاق حسین بخاری، صدر تحریک نفاذ اردو پشاور ڈویژن

سید مشتاق حسین بخاری، صدر تحریک نفاذ اردو پشاور ڈویژن ایک جانی پہچانی شخصیت ہیں۔ آپ گورنمنٹ پرنسپل گورنمنٹ سینٹینیل ماڈل ہائی سکول پشاور سے پرنسپل ریٹائر ہوئے ہیں۔ روٹری کلب پشاور نیوسٹی کے سابق صدر اور سابق گورنر۔ سابق مدیر اعلیٰ ماہنامہ ایجوکیٹرز پشاور، رکن ہمدرد شوری، پشاور، کوارڈینٹر ہمدرد نونہال اسمبلی، پشاور۔ آپ چار کتب جواہر اقبال، راہ نورد شوق، نقوش حیات اور انتخاب دل کے مصنف ہیں۔ گیارہ بیرون ممالک مختلف کانفرنسوں اور سیمیناروں میں شرکت کر چکے ہیں۔ 52 سالہ تدریسی تجربہ ہے۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد ہزاروں میں پہنچ چکی ہے۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ فلاحی تنظیموں جیسے روٹری کلب اور المدد ویلفیئر ٹرسٹ کی سربراہی بھی کر رہے ہیں۔ پاکستان ایجوکیشن فاونڈیشن، اسلام آباد کا دس سال تک صوبائی کنوینئر رہے۔ آل ٹیچرز ایسوسی ایشن صوبہ سرحد کے جنرل سیکرٹری، پاکستان ٹیچرز آرگنائزیشن کونسل کے مرکزی صدر رہ

> سید مشتاق حسین بخاری ممتاز ماہر تعلیم، ادیب، منتظم اور متحرک سماجی شخصیت کے مالک ہیں۔ جن کے شاگردوں کی تعداد ہزاروں میں ہے۔ شہر کے جس دفتر، عدالت، بستی میں جائیں وہیں آپ کے شاگرد دست بدست کھڑے ملیں گے۔

چکے ہیں۔ دو بین الاقوامی اساتذہ تنظیموں انٹرنیشنل فیڈریشن آف فری ٹیچرز یونین IFFTU اور ورلڈ کنفیڈریشن آف آرگنائزیشن آف ٹیچنگ پروفیشنلز WCOTP کی ملکی اور بین الاقوامی سطح پر نمائندگی کر چکے ہیں۔ یوں آپ ایک ہمہ پہلو شخصیت کے مالک ہیں۔ علمی و ادبی حلقوں کے علاوہ ہر شعبہ زندگی میں آپ کے شاگردوں کی بڑی تعداد موجود ہے۔

نفاذ قومی زبان کو اپنی زندگی کا مشن سمجھ کر سرگرم عمل ہیں۔ آپ 2016 سے تحریک نفاذ اردو پاکستان سے منسلک ہیں۔ پشاور ڈویژن کے ساتھ ساتھ پورے صوبے میں تحریک کو منظم کرنے کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ پشاور کے ہر طبقہ کے افراد سے قریبی تعلق ہونے کی وجہ سے تحریک کو وہاں بڑی پذیرائی مل رہی ہے۔ پشاور یونیورسٹی سمیت کئی تعلیمی اداروں میں نفاذ اردو کی کانفرنسیں اور مذاکرے منعقد کر چکے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نفاذ قومی زبان کے لیے پر امید ہیں، ان کا خیال ہے کہ محنت کبھی ضائع نہیں ہوتی اور قوم کے لیے کام کرنا سب سے بڑی سعادت ہے۔

تقرریاں

نفاذ قومی زبان فرض بھی ہے اور قرض بھی
ممتاز ادیب و
سماجی کارکن
محترمہ کرن احمد
کو تحریک نفاذ اردو شعبہ خواتین کا مرکزی معاون معتمد عام (اسسٹنٹ سیکریٹری جنرل) مقرر کیا گیا
TNUPAK
+923495059760
tnupak@gmail.com
تحریک نفاذ اردو پاکستان

ممتاز صحافی اور سماجی رہنماء نازیہ دانش
کو تحریک نفاذ اردو شعبہ خواتین صوبہ سندھ کا منتظم اعلیٰ مقرر کیا گیا ہے۔ وہ کراچی سمیت سارے شہروں میں تنظیم سازی کی ذمہ دار ہوں گی۔
TNUPAK
+923495059760
tnupak@gmail.com
تحریک نفاذ اردو پاکستان

ممتاز سیاسی و سماجی اور ادبی رہنما
تنویر احمد ناز
کو تحریک نفاذ اردو ضلع اسلام آباد کا ڈپٹی سیکرٹری مقرر کیا گیا ہے۔
TNUPAK
+923495059760
tnupak@gmail.com
تحریک نفاذ اردو پاکستان

ممتاز صحافی اور سماجی رہنماء کشف عبیر
کو تحریک نفاذ اردو شعبہ خواتین ضلع راولپنڈی کا صدر مقرر کیا گیا ہے
TNUPAK
+923495059760
tnupak@gmail.com
تحریک نفاذ اردو پاکستان

تاثرات۔۔۔۔ قارئین کے تبصرے

کلثوم پارس کراچی

تحریک نفاذ اردو رسالہ پڑھا۔اسے پڑھ دل کو خوب تسلی ہوئی کہ آج کل جہاں پیار و محبت کی کہانیوں اور شعر و شاعری نے ادبی رسائل میں اچھی خاصی جگہ گھیر رکھی ہے وہاں ایک تحریک نفاذ اردو ادب کے حوالے سے بھی شمارہ پڑھنے کو ملا۔ جس میں اردو زبان کے نفاذ کے حوالے سے خاطر خواہ تحریریں موجود تھیں ۔پڑھ کر آبدیدہ بھی ہوئی۔ کہ ہم اپنی زبان کے ساتھ کس قدر نا انصافی کر رہے ہیں۔ انگلش میڈیم نظام تعلیم پر سیر حاصل بحث بھی اس رسالے کا حصہ ہے۔ قائد اعظم نے 24مارچ 1947ء کو ڈھاکہ یونیورسٹی میں جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا ۔ کہ پاکستان کی سرکاری زبان صرف اور صرف اردو ہونی چاہتے۔

اس رسالے شروع میں ہی بہت سی ادبی و سماجی شخصیات کے نام درج ہیں جو دن رات نفاذ اردو کے لئے کوشاں ہیں۔ سب سے اہم بات جو اس رسالے کی نمایاں خصوصیت کہہ سکتے ہیں اس میں 8 ستمبر 2015ء کو پاکستان میں ہر شعبہ زندگی میں ہر سطح پر نفاذ اردو کے حق میں فیصلہ دینے والے جج جناب جسٹس جواد ایس خواجہ کا انٹرویو نہایت توجہ طلب اور پر مغز ہے۔ اس میں اس ناچیز کی نظم "اردو کا شکوہ" بھی اس رسالے کی زینت ہے۔

آخر میں عطاالرحمن چوہان صاحب کی تحریر نفاذ اردو کے حوالے سے کی جانے والی کاوشوں کو بے حد خراج عقیدت پیش کرنا چاہوں گی جو کہ اپنی زبان، اپنے ملک کے وقار اس جنگ کو بڑے احسن طریقے سے لڑ رہے ہیں۔ اور مجھ سمیت بہت سی لکھاری خواتین و حضرات ان کے ساتھ ہیں۔

آپ سب قارئین سے درخواست ہے کہ جو جہاں کہیں جس قابلیت کا مالک ہے اسے استعمال کریں تاکہ ہم جلد از جلد اس انگریزی زبان کے بے جا تسلط سے چھٹکارا حاصل کر سکیں۔ اپنی قلم کی طاقت دکھاتے ہوئے ہمیں اس رسالے کو پاکستان کے کونے کونے تک پہنچانا ہے تاکہ کسی ذہن میں کوئی سوال اور خلا باقی نا رہے۔

اردو بے حد شیریں اور وسیع زبان ہے۔ ہمیں اسے ہر حال میں پاکستان میں نافذ کروانا ہے تاکہ ہر شعبہ زندگی میں صرف اور صرف اردو ہی رابطے، اور تعلیمی معیار کی ضمانت ہے۔

عالیہ بٹ

ستمبر 2022 کا شمارہ ایک مدت بعد دیکھنے کو ملا۔ نفاذ قومی زبان پر ایک مکمل دستاویز، دل خوش ہو گیا کہ قومی زبان پر اس قدر منظم انداز میں کام ہو رہا ہے۔ عوام کے پیغام بھی، رضاکاروں کے لیے رہنمائی بھی، تنظیمی سرگرمیاں بھی اور حکمرانوں کے لیے انتباہ بھی، سب ہی کچھ چند صفحات میں مل گیا۔ یوں سمجھیں سمندر کو حقیقت میں کوزے میں بند کر دیا۔ مجھے ہر ماہ اس کا انتظار رہتا ہے۔

ساجد بانیاں، اسلام آباد

ماہنامہ "نفاذ اردو" دو سال بعد ملا۔ ایک جامع دستاویز تھی حسب سابق، نہ کچھ کمی تھی اور نہ کوئی غیر متعلق مواد تھا۔ اس حسن ترتیب پر پوری ٹیم کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اب اس میں وقفہ نہیں ہونا چاہیے۔ قائدین تحریک کو خصوصی طور پر متوجہ کروں گا کہ ان کی رہنمائی رسالے میں بھی نظر آنی چاہیے۔ تحریک جن چیلنجز کا مقابلہ کر رہی ہے اس میں ان کی رہنمائی کی زیادہ ضرورت ہے۔

محمد حنیف چترال

قومی زبان کا نفاذ ہر پاکستانی پر فرض ہے۔ آپ کے رسالے کی وجہ سے سب کو یاد دھانی ہو جاتی ہے۔ میں اس کو سارے دوستوں تک پہنچانے کی کوشش کرتا ہوں۔ یہ سلسلہ جاری رہنا چاہیے۔ بہت معلوماتی رسالہ تھا۔ میرے جیسے کمزور بندے کو بھی میدان میں کودنے پر آمادہ کر دیا۔ ہم تو سمجھتے تھے کہ اب اردو ناپید ہو جائے گی لیکن آپ کی کوششوں کو دیکھ کر امید کی کرن نظر آئی کہ نہیں، ابھی کچھ لوگ ہیں جو اپنی قومی زبان کے لیے کوشاں ہیں، اب آپ اکیلے نہیں، ہم سب آپ کے ساتھ ہیں۔ پوری قوم کو بیدار کریں گے اور انگریزی سے نجات کے لیے وہ سب کریں گے جو انگریزوں سے نجات کے لیے ہمارے بزرگوں نے کیا تھا۔ میں چترال کی بلندیوں سے پاکستان کے ہر شہری سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ قائد اعظمؒ کا سپاہی بن کر تحریک نفاذ اردو پاکستان کا ساتھ دیں، یہ قوم کے مستقبل کا مسئلہ ہے۔ بہت وقت انگریزی نے ضائع کر دیا، اب ہمیں اس سے نجات حاصل کر کے قومی زبان کو اختیار کر کے علم و ہنر کی معراج تک پہنچنا ہے۔ یہ سب کچھ قربانی مانگتا ہے۔ محض حمایت نہیں، آگے بڑھ کر داعی بنیں۔ ہر گلی اور ہر کوچے سے نفاذ اردو کی آواز آنی چاہیے۔

چوہدری مطلوب مظفر آباد

ستمبر 2022 کا رسالہ مدت بعد دیکھنے کو ملا۔ دل خوش ہو گیا۔ میں نے کئی دوستوں تک پہنچایا۔ آپ ہر ماہ رسالہ ایک مخصوص تاریخ کو شائع کر دیا کریں تاکہ ہم باقاعدگی سے اس کی ترسیل کا نظام بنائیں۔ دو سال کا وقفہ پہلے بھگت چکے ہیں۔ اب اس میں تسلسل رہنا ضروری ہے۔ نفاذ قومی زبان کا مقدمہ جس درد دل سے پیش کیا جاتا ہے، اس سے مردہ قوم میں زندگی لوٹ آنے کی امید ہونے لگتی ہے۔ ہماری بے حسی دیکھیے کہ قومی زبان کے ساتھ مسلسل کھلواڑ ہو رہا ہے لیکن سارا میڈیا خاموش ہے۔ علماء، صلحاء، قانون دان، سیاستدان سمیت سب آنکھیں بند کر کے مردہ پڑے ہیں۔ اس قوم کے لیے کون اٹھے گا۔ کیا ہم یہ سمجھیں کہ سب مر چکے ہیں۔ کوئی نہیں والی وارث اس قوم کا۔ اب عوام کو اپنا کام خود کرنا ہے۔ مقننہ، انتظامیہ اور عدلیہ سارے استعماری ایجنڈے پر کام کر رہے ہیں۔ سیاسی جماعتیں، ذرائع ابلاغ سب چپ اور دکانداری کا خطرہ مول نہیں لے سکتے۔ ہائے، یہ دن بھی دیکھنے تھے، آزادی کا خواب دیکھنے والی قوم کو۔

ہمارے وسائل محدود سہی، ہمارے عزائم بلند ہیں۔ ہم گھبرانے اور مایوس ہونے والے نہیں۔ آپ نے جو علم اٹھایا ہے وہ اب ہم سب کا علم ہے۔ یہ قوم کی زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔ بات اب ایوانوں سے نکل کر گلی محلوں تک پہنچ رہی ہے۔ یہ قافلہ اب کارواں بننے کو ہے۔ آپ خاطر جمع رکھیں اور قوم کی رہنمائی کرتے رہیں۔